ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
VOL. 5 NO. 1 (2022)

ڈاکٹر خیال امروہی کی شاعری میں صنائع بدائع کا خصوص

Dr. Muhammad Afzal Safi
Assistant prof. Department of Urdu. Govt. Graduate College Kehror Lal Esan
mafzal.safi@yahoo.com
Muhammad Ashraf
Lecturer, Department of Urdu. Emerson University, Multan
ashrafmalik8033@gmail.com
Dr. Imtiaz Hussain
Professor, Department of Urdu. Emerson University, Multan
dr.imtiazhussain65@gmail.com

Munir Ahmad
Ph.D Scholar Department of Urdu *BZU, Multan*
Munirahmad31000@gmail.com

Abstract:

Dr. Khayal Amrhovi is one among the most prestigious poets that came in prominence in the late 20th century. He was associated with the progressive movement. He raised his voice against the systems of feudalism and capitalism throughout his life in his poetry. He always resisted against the persecution and unequal distribution of wealth through his creative writing. His poetry has achieved a significant position because of its intellectual and artistic elements. The present article highlights the concept of tropology (Sanae and badae) in the poetry of Dr. Khayal Amrhovi. Ilm e badeeh is the science through which attempts are made to describe the ways to enhance the delicense in the process of communication. The attempts are made to embellished the process of communication at both literal and semantic levels. Therefore, ilm-e-badeeh is also defined as a combination of both wordy topology (Sanae lafzi) and semantic tropology (Sanae manvi). In Eastern poetry Ilm-badeeh has attained a special significance along with rhetoric ('ilm-e-bayaan) These sciences are studied separately for comprehensive understanding, but dealt in collectively in the process of communication. The use of these terms provides a comprehensive impression in verse. If we talk about the literal and semantic features of the word tropology then it refers to the delicate and skillful and figurative use of words. These qualities of words make the word pleasant and adds to the semantic features of the poem. This article traces both literal and semantic tropology in the poetry of Dr. Khayal Amrhovi .

Key word: Khayal Amrhovi, tropology (sana e lafzi, sana e manvi), Husan-e-kalam, admonition, ilm-e-badeeh, principles of poetic grammar.

ڈاکٹر خیال امروہی کا شماربیسویں صدی کے نصف آخر میں منظرِ عام پر آنے والے اہم ترین شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے ۔ انھوں نے پوری زندگی جاگیر دارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیے رکھا۔ وہ دولت کی غیر مصفانہ تقسیم اور ظلم و بربریت کے رویوں کے خلاف ہمیشہ مزاحمت کرتے رہے۔ ان کی شاعری فکری اور فنی حوالے سے اپنا خاص مقام و مرتبہ رکھتی ہے۔ موجودہ آرٹیکل میں خیال امروہی کی شاعری میں موجود صنائع بدائع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ’’علمِ بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعے تحسینِ کلام کے طریقے معلوم ہوں ،خواہ وہ لفظی ہوں یامعنوی ، انھی کو صنائع بدائع اور تحسینِ کلام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس علم کی غرض یہ ہے کہ کلام نثرو نظم زیورِ حسن سے آراستہ ہو سکے۔‘‘(۱) مشرقی شعریات میں علمِ معانی اور علمِ بیان کے ساتھ ساتھ علمِ بدیع کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ علمِ بلاغت میں معانی اور بیان کے بعد اسے تیسرا درجہ حاصل ہے۔ یہ حسن کے ابلاغ میں معاونت کرتا ہے۔

مشرقی شعریات میں معانی، بیان اور بدیع کو الگ الگ کرکے سمجھنے کی کوشش ضرور کی جاتی ہے لیکن یہ معاملہ اتنا آسان نہیں۔ تفہیم کی حد تک تو بات درست ہے لیکن بلاغت میں یہ علوم کلی تصور رکھتے ہیں۔ جزوی طور پر انھیں الگ الگ کرکے سمجھا تو جا سکتا ہے لیکن مجموعی طور پر یہ باہم یکجا ہو کر شعری حسن میں اضافے کا باعث ہوتے ہیں۔ بقول عابد علی عابد:

’’لفظ و معانی کو صرف نظریاتی طور پر جدا کیا جا سکتا ہے ورنہ لفظ معنی ہی کی حقیقت کا ایک رخ ہے۔‘‘(۲) علمِ بدیع میں لفظ و معنی گھل مل جاتے ہیں۔ شعر میں علمِ بدیع کا استعمال ضرورت کے مطابق ہو تو اچھا ہوتا ہے جیسے کھانے میں نمک مناسب حد تک ہو تو ذائقہ پیدا کرتا ہے۔ اگر اس کی مقدار زیادہ ہو جائے تو کھانا بد ذائقہ ہو جاتا ہے۔

زبان کے قواعد کے لحاظ سے دیکھیں تو اسے چوتھے نمبر پر رکھا جاتا ہے جس کی ترتیب یوں ہو سکتی ہے۔ علمِ صرف، علمِ نحو، علمِ بیان، علمِ بدیع۔ زبان کے چار شعبے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ علمِ بدیع زبان میں حسن پیدا کرنے کا موجب ہے ۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ صنائع لفظی، صنائع معنوی۔ ’’صنائع لفظی سے مراد وہ خوبیاں ہیں جو لفظوں کو خاص رعایتوں اور ہنر مندی کے ساتھ برتنے سے وجود میں آتی ہیں‘‘۔۔۔ لفظوں کی ان خوبیوں کی وجہ سے کلام خوشگوار ہو جاتا ہے۔ ‘‘(۳) صنائع معنوی کلام کی وہ خوبیاں ہیں جن کی بنا پر کلام میں معنوی حسن پیدا ہوتا ہے۔ صنائع لفظی اور معنوی میں شاعر یا ادیب الفاظ کا استعمال ایسے اچھوتے اور انوکھے انداز سے کرتا ہے کہ لفظی اور معنوی حسن دوبالا ہو جاتا ہے اور قاری یا سامع حظ اٹھاتا ہے۔ اس آرٹیکل میں خیال امروہی کی شاعری میں موجود متعدد صنائع لفظی و معنوی کا سراغ لگایا گیا ہےجو پیشِ خدمت ہے۔

صنائع لفظی:

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
VOL. 5 NO. 1 (2022)

صنعتِ تجنیسِ مذیل تجنیسِ محرف/ناقصتجنیسِ خطی تجنیسِ زائد و ناقص
صنعتِ تکرارِ مطلق تکراز مع الوسائط تکرارِ مشبہ تکرارِ حرفِ نفی
صنعتِ تلمیح صنعتِ تضمین صنعتِ ترافق صنعتِ واسع الشفتین
صنعتِ منقوطہ صنعتِ غیر منقوطہ صنعتِ تحت النقاط
صنعتِ فوق النقاط
صنعتِ ردالعجزعلی الصدر صنعتِ ردالعجزعلی الابتدا صنعتِ سیاق الاعداد
صنعتِ اشتقاق
صنعتِ تفریع

صنائع معنوی:

مراعاۃ النظیر صنعتِ تضاد صنعتِ استفہامیہ صنعتِ تجاہل عارفانہ
صنعتِ مبالغہ صنعتِ تقسیم صنعتِ تفریق صنعتِ تمثیل
صنعتِ ترجمہ اللفظ صنعتِ تشابہ الاطراف

صنعتِ تجنیس: جب کسی شعر یا عبارت میں دو ایسے متجانس الفاظ لائے جائیں جو تلفظ ، تحریر یا نوعیت کے اعتبار سے تو ایک جیسے ہوں لیکن معنی کے اعتبار سے مختلف ہوں تو اسے ہم صنعتِ تجنیس کا نام دیتے ہیں۔ صنعتِ تجنیس کی بہت سی اقسام ہیں جن میں سے اہم ترین تجنیسِ تام ہے۔ تجنیسِ تام کو مکمل تجنیس بھی کہا جاتا ہے ۔ یہاں صرف تجنیسِ تام کی متعلقہ صورتوں کو مدّنظررکھا گیا ہے۔

تجنیسِ مذیل: مذیل کے لغوی معنی لمبے دامن کی چادر کے ہیں۔ اصطلاحاً ایسی صنعت کو کہا جائے گا جس کے دو متجانس الفاظ میں سے کسی ایک لفظ کے آخر میں دو حروف کا اضافہ کیا جائے۔ خیال امروہی کے ہاں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

فصلِ گل میں بھی سلگتی ہے چمن کی نگری
کون ظالم درِ گلشن پہ مقرر ہے ابھی(۴)

’’گل‘‘ اور ’’گلشن ‘‘ سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

تجنیسِ محرف/ناقص: اگر دو لفظ حروف کی ترتیب سے متشابہ ہوں لیکن ان کی حرکات و سکنات میں فرق ہو تو اسے تجنیسِ محرف یا ناقص کہیں گے۔

لوگ اوجھل ہورہے ہیں رختِ جاں کو چھوڑ کر
جب اُدھر جانا ہی ٹھہرا دل اِدھر کیسے لگے(۵)

’’اُدھر‘‘ اور ’’اِدھر‘‘سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

تجنیسِ خطی: جب الفاظ شکل و صورت میں تو ایک جیسے ہوں لیکن نقطوں کو فرق ہو تو اسے تجنیسِ خطی کہیں گے۔ خیال امروہی کی شاعری میں اس صنعت کا استعمال عمدگی سے ہوا ہے۔

مائل ہوا ہوں کفر پہ اس رنگ سے خیال
ناقوس سے شغف ہے نہ شوقِ اذان ہے(۶)

”پہ“ اور ”نہ“ سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

تجنیس زائد و ناقص: اس صنعت کے مطابق متجانس الفاظ میں سے ایک میں ایک حرف زیادہ دوسرے میں کم ہوتا ہے۔ دیکھیے:

گردنِ شداد جسمِ کبر سے کٹ کر گری
ذات کا احساس آخر کاٹ میں خنجر بنا(۷)

دوسرے مصرعے کے لفظ ”کاٹ“ میں الف زیادہ ہے۔ پہلے مصرعے کے ”کٹ “میں کم ہے۔

صنعتِ تکرار: اگر کلام میں ایسے الفاظ لائے جائیں جن کی تکرار سے کلام میں حسن اور زور کا وصف پیدا ہو جائے تو اسے ہم صنعتِ تکرار کہیں گے۔ تکرار کی متعدد اقسام ہیں۔ یہ صنعت شعر میں موسیقیت اور ترنم پیدا کرتی ہے۔ خیال امروہی کی شاعری میں اس کی مختلف صورتیں موجود ہیں۔

صنعتِ تکرارِ مطلق: اس میں الفاظ مکرر استعمال ہوتے ہیں ۔ شعر میں الفاظ کے مقام کی تخصیص بھی نہیں ہوتی۔ یہ پہلے مصرع کے تینوں حصوں یعنی صدر ، حشو، عروض اور دوسرے مصرع کے بھی تینوں حصوں ابتدا، حشواور عجز وغیرہ میں آسکتے ہیں۔ اگر نظم ہے تو اس میں کہیں بھی قریب ہو سکتے ہیں۔ خیال امروہی کی شاعری میں یہ صورت بکثرت ملتی ہے۔

ماحول کے سلوک سے دل یوں ہے داغ داغ
دیمک لگی ہو جیسے پرانی کتاب میں (۸)

”داغ داغ“ میں تکرار موجود ہے۔

تکرار مع الوسائط: جب لفظ کلام میں ایسے مکرر لایا جائے کہ اس کے درمیان کوئی دوسرا لفظ بھی موجود ہو جو دو لفظوں کو آپس میں جوڑنے کے لیے استعمال کیا جائے تو ایسی صورت کو تکرا رمع الوسائط کہیں گے۔ خیال امروہی کی شاعری میں یہ صنعت کثرت سے ملتی ہے۔

شامِ غربت کو کبھی صبحِ مسرت نہ کہو
زہر کو زہر کہو زہر کو امرت نہ کہو (۹)

”زہر کو زہر“ سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔دو مکرر الفاظ کے درمیان ”کو“ واسطہ ہے۔

تکرار مشبہ: اس میں پہلے اور دوسرے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ مکرر لایا جاتا ہے۔ دونوں مصرعوں کے مکرر الفاظ کا آپس میں تعلق بھی ہوتا ہے۔

خدا خدا ہی کرو وہ دلوں کا حافظ ہے
لہو بہے گا یہاں رام رام ہونے تک (۱۰)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
VOL. 5 NO. 1 (2022)

پہلے مصرع میں ''خدا خدا'' اور دوسرے مصرع کے ''رام رام'' سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

صنعت تکرار حرف نفی: جب شعر میں دو سے زیادہ بار حرف نفی کی تکرار ہو تو صنعت تکرار حرف نفی پیدا ہوتی ہے۔

مجھے یقیں ہے کہ اک دور ایسا آئے گا
نہ کاخ ہو ں گے نہ کُواورنہ میں رہوں گا نہ تو(۱۱)

صنعتِ تلمیح: کلام میں کسی لفظ ، ترکیب ، واقعہ وغیرہ کا استعمال اس قرینے سے کیا جائے کہ ذہن ماضی کی طرف پلٹ جائے اور ذہن میں ماضی کا واقعہ قصہ کہانی تازہ ہو جائے تو اسے صنعتِ تلمیح کہیں گے۔ خیال امروہی کے ہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تلمیحات پر مبنی اشعار کثرت سے موجود ہیں ۔ تاہم دیگر تلمیحات بھی کم نہیں۔ مثلاًفرعون، شدّاد، ساغرِ جم وغیرہ عام ملتی ہیں۔

وہ عصا جو دستِ موسیٰ کے لیے اعجاز تھا
بے محابا اپنے آقا کے لیے اژدر بنا (۱۲)
ہم سے امیدِ ثنا خوانیٔ حالات نہ رکھ
ہم کہاں لینے کہیں ساغرِ جم جاتے ہیں (۱۳)

صنعتِ تضمین: کسی دوسرے شاعر کے ایک مصرع یا شعر کو اپنے کلام میں شامل کرنے کو صنعتِ تضمین کہتے ہیں۔ خیال امروہی کے ہاں مثالیں موجود ہیں۔ میر کے مصرع پر تضمین دیکھیے۔

بجھنا ہے تو اک موج ہی کافی ہے ہوا کی
''کیا یار بھروسہ ہے چراغِ سحری کا''(۱۴)

صنعتِ ترافق: کسی شعر کے دونوں مصرعے یا قطعہ ،رباعی ، مسدس وغیرہ کے چاروں مصرعے اس انداز سے لائے جائیں کہ چاہے جس مصرعے کو پہلے یا بعد میں پڑھیں معنی میں فرق نہ آئے تواسے صنعتِ ترافق کہیں گے۔

خدا سے آدمی کو کیا ملے گا
خدا خود آدمی سے بے خبر ہے(۱۵)

صنعتِ واسع الشفتین: شفت عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہونٹ کے ہیں ۔ جب شعر پڑھتے ہوئے ہونٹ آپس میں نہ ملیں تو یہ صنعت پیدا ہوتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں جب شعر میں ب ، پ اور م نہ ہوں ۔ ب پ اور میم یعنی یہ تین آوازیں یا مصمتے نہ ہوں تو یہ صنعت پیدا ہوتی ہے۔ خیال امروہی کے ہاں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ مصرع دیکھیے:

''کیا اہلِ فراست کے لیے شاق نہ ہوتا''(۱۶)

صنعتِ منقوطہ: یہ صنعت نہایت پر تکلف ہے ۔امام بخش صہبائی کے مطابق ----
''صنعتِ منقوطہ ہے ' کہ بیت کے سب لفظ نقطہ دار ہوں''۔ (۱۷) نجم الغنی کے مطابق ''نظم و نثر میں تمام حروف ایسے لائے جائیں کہ سب نقطہ دار ہوں۔ ''(۱۸)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
VOL. 5 NO. 1 (2022)

یہاں امام بخش صہبائی اور نجم الغنی کے ہاں تھوڑا سا اختلاف بھی ہے۔ امام بخش صہبائی نے سب لفظ نقطہ دار ہونے کی بات کی ہے جبکہ نجم الغنی تمام حروف کے نقطہ دار ہونے کے حق میں ہیں۔ اس میں امام بخش صہبائی کی بات زیادہ مناسب لگتی ہے۔ حروف کی تو کئی شکلیں ہیں کچھ حروف پر تو نقطے ہوتے ہی نہیں۔ اس صورت میں نجم الغنی کی بات کو کیسے درست مانا جا سکتا ہے۔ الفاظ کے نقطہ دار ہونے کی مثال دیکھیے:

نشاط کے شبنمی تصور سے زندگی خود گریز پا ہے
لپکتے شعلوں کو چوم لینا جہاد ہے خود کشی نہیں ہے(۱۹)

صنعتِ غیر منقوطہ: اس میں شاعر ایسے الفاظ لاتا ہے جن پر نقطے نہیں ہوتے۔ خیال امروہی کے ہاں اس صنعت کی مثالیں موجود ہیں تاہم ایک نعت بعنوان ''مدح رسولؐ دو سرا'' مکمل اس صنعت میں موجود ہے۔ اس کے سات شعر ہیں سب کے سب غیر منقوط ہیں۔ مطلع دیکھیے:

علم سے ، حلم سے ، اکرام و حکم سے ہوگا
درسِ کردار عطا اس کے کرم سے ہوگا (۲۰)

صنعتِ تحت النقاط: جب شعر میں نقطہ دار الفاظ کے نقطے نیچے ہوں تو یہ صنعت پیدا ہوتی ہے۔ خیال امروہی کی شاعری میں خال خال اس کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ شعر دیکھیے۔

غربت زدوں سے جنگ میں پگڑی نہ گر پڑے
سرکار دیکھ کر مری سرکار دیکھ کر (۲۱)

دوسرے مصرعے میں صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

صنعتِ فوق النقاط یا فوقانیہ: جب شعر میں نقطہ دار الفاظ کے نقطے اوپر ہوں تو یہ صنعت پیدا ہوتی ہے۔مصرع دیکھیے:

''غمِ خانۂ ہستی سے مفر کس کو ملا (۲۲)

صنعتِ ردالعجز علی الصدر: یہ صنعت شعر کے مصرع ثانی کے تیسرے حصے ''عجز ''سے پیدا ہوتی ہے۔ عجز والا لفظ شعر کے دوسرے کسی بھی حصے میں آسکتا ہے ۔ جس حصے میں آئے گا وہیں صنعت پیدا ہوگی۔ عجز والے الفاظ ''عروض''میں آئیں تو ردالعجز علی العروض ہو گا۔ ''صدر'' میں آئیں رد العجز علی الصدر ہو جائے گا۔ ''ابتدا ''میں آئیں تو ردالعجز علی الابتدا ہو جائے گا۔ ''حشو''میں آئے تو ردالعجز علی الحشو ہو جائے گا۔ اس طرح رد العجز کی چار بڑی بڑی صورتیں بنتی ہیں۔ پھر ان چار صورتوں کی مزید چار چار شکلیں بن جاتی ہیں۔ اس طرح اس صنعت کی سولہ اقسام بن جاتی ہیں۔ خیال امروہی کے ہاں مثال دیکھیے:

ہے انتہائے سعادت کہ لفظ لفظ مرا
فقط نیا ہی نہیں بے مثال آتا ہے(۲۳)

صدر اور عجز میں ''ہے'' سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

ردالعجز علی الابتدا:

وحدانیت کا مہرِ درخشاں ترا وجود
تُو عالم الہدیٰ بھی ہے امی لقب بھی تُوّ(۲۴)

ابتدا اور عجز میں ’’تُو‘‘ سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

صنعت سیاق الاعداد:

وہ صنعت جس میں اعداد کا ذکر ہو، ترتیب ضروری نہیں۔ مثال دیکھیے:

حاضر ہے بارگاہِ تفکر میں آگہی
عنوان صد ہزار ہیں ارشاد کچھ تو ہو(۲۵)

’’صد ہزار ‘‘ سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

عشرتِ ماضی سے لطف اندوز ہونے کے لیے
فرصتِ آزاد فکری ایک دو پل چاہیئے(۲۶)

’’ایک ‘‘اور ’’دو‘‘سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

صنعتِ اشتقاق: کلام میں ایسے الفاظ لائے جائیں جو ایک ہی مادہ یا مصدر سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس صنعت سے صوتی آہنگ پیدا ہوتا ہے جو کانوں کو بھلا لگتا ہے۔ مثال دیکھیے:

جذب و جاذب مدرک و جذّاب و مجذوبِ حیات
آہنی کردار موسیٰ رنگِ سحرِ انجذاب(۲۷)

صنعتِ تفریع: اس صنعت کے حوالے سے ماہرین کے ہاں خاصا اختلاف ہے۔ نجم الغنی کے مطابق’’صنعتِ تفریع ایسی صنعت ہے جس کے تحت شعر میں جزوِ صدر کا حرفِ آخر عجز کے حرفِ آخر سے موافق ہوتا ہے۔ ‘‘ (۲۸)

تیری شائستہ لباسی سے میں عریاں ہو گیا
میری عریانی تجھے ملبوس پہناتی رہی (۲۹)

جزوِ صدر کا حرفِ آخر ’’ی‘‘ ہے ۔ جزوِعجز کا حرفِ آخربھی ’’ی‘‘ ہے۔

صنائع معنوی:

صنعتِ مراعاۃ النظیر: اس کے معنی مثال کے ہیں ۔ کلام میں ایسے الفاظ لائے جاتے ہیں جن کے معنوں میں کوئی مماثلت یا مشابہت ہوتی ہے۔ یہ مماثلت تضاد کی نہیں ہونی چاہئیے۔ بلکہ تضاد کے سوا کوئی اور مماثلت ہونی چاہئیے۔

گلشن سے پوچھ پرتوِ خورشید کا کرم
ورنہ گلوں پہ قطرۂ شبنم گراں نہ تھا(۳۰)

گلشن، گلوں ، شبنم میں مناسبت موجود ہے۔

صنعتِ تضاد: اس صنعت میں دو ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جو معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے متضاد ہوتے ہیں لیکن شاعر دو مختلف اشیا کا ذکر اس انداز سے کرتا ہے کہ ان کے درمیان معنوی تضاد پیدا نہیں ہوتا بلکہ ایک جزو ہو کر

سامنے آتا ہے۔ صنعتِ تضادکی دوصورتیں ہیں۔ تضادِ سلبی، تضادِ ایجابی: تضادِایجابی مزید چار صورتوں میں سامنے آتا ہے۔ یہ اسم ، فعل اور حرف کی ترتیب سے آگے بڑھتا ہے۔ اس میں دیکھا یہ جاتا ہے کہ دونوں متضاد لفظ اسم ہیں ، فعل ہیں یا حرف ہیں۔ یا ایک اسم اور ایک فعل ہے۔ خیال امروہی کے ہاں پہلی تین صورتیں بکثرت ملتی ہیں۔

اسم کی مثال:

ے تم نے یہیں جنت بنوالی دوزخ ہم کو بخش دیا(۳۱)

اس مصرع میں ’’جنت‘‘ اور ’’دوزخ ‘‘ میں تضاد ہے ۔ دونوں اسم ہیں۔

فعل کی مثال:

ے غلام بیدار ہو چکے ہیں اگرچہ زنجیر سو رہی ہے(۳۲)

بیدار ہونا اور زنجیر کا سونا دونوں فعلی شکلیں ہیں۔

حرف کی مثال:

اک دور وہ تھا وقت کو ہم کاٹ رہے تھے
اک حشر یہ ہے وقت ہمیں کاٹ رہا ہے(۳۳)

’’یہ ‘‘اور ’’وہ‘‘ دونوں حرف کے طور پر آئے ہیں۔

تضادِ سلبی: تضادِ ایجابی میں الفاظ مثبت معنی کے ساتھ آتے ہیں جبکہ تضادِ سلبی میں معنی میں تضاد حرفِ نفی سے پیدا ہوتا ہے۔ دیکھیے:

مقامِ عظمتِ آدم بڑھے بڑھے نہ بڑھے
مگر غریب کو خود آگہی کا حق تو ملے(۳۴)

"بڑھے بڑھے نہ بڑھے " میں تضادِ سلبی کا قرینہ موجود ہے۔

صنعتِ استفہامیہ:

صنعتِ استفہامیہ میں استفسار کا قرینہ پایا جاتا ہے۔ دیکھیے:

یہ کس لطیف سحر کاہے انجذابِ طلب
مہیب شب میں چلا ہوں کشاں کشاں تنہا(۳۵)

صنعتِ تجاہلِ عارفانہ:

کسی چیز کا علم ہوتے ہوئے لا علمی ظاہر کرنا ۔

کون ہے حافظ و خلاقِ نظامِ شمسی
کس کے قبضے میں ہے آفاق کے خیمے کی طناب(۳۶)

صنعتِ مبالغہ:

کسی وصف یا خوبی کا حد سے بڑھ کر اظہار کرنا۔

اگر سات آسمانوں کی دگرگونی بھی دشمن ہو
تو میرا ایک ساغر اپنی گردش میں سوا ہوگا(۳۷)

صنعتِ تقسیم:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
VOL. 5 NO. 1 (2022)

کلام میں تقسیم کا تاثر ملے۔

ظرف کی مقدار سے ہوتی گئی تقسیمِ کار
آنکھ کو دریا کی جوشش قلب کو سوزش ملی(۳۸)

صنعتِ تفریق:

جس میں ایک ہی طرح کی دو چیزوں میں فرق کیا جائے۔

مرا راستہ جدا ہے ترا راستہ علیحدہ
مجھے چاٹ زہرِ غم کی تجھے ذائقہ ادب کا(۳۹)

صنعتِ تمثیل:

اس صنعت میں شاعرانہ دعوے کو مثال سے پیش کیا جاتا ہے۔

جس لطافت پر نظر تھی وہ لہو کے ساتھ تھی
جب لہو پانی ہوا پھر لطف کیا غازے میں
ہے(۴۰)

پہلے مصرع میں دعویٰ موجود ہے کہ جس لطافت پر نظر تھی وہ لہو کی وجہ سے تھی۔ دوسرے مصرعے میں ثابت کیا گیا ہے کہ جب لہو پانی ہوا تو لطافت بھی جاتی رہی ۔ اب غازے کا کیا فائدہ۔

صنعتِ ترجمہ اللفظ: اس صنعت کے مطابق شعر میں دو الفاظ ایسے استعمال کیے جاتے ہیں کہ جن میں سے ایک کو دوسرے کا ترجمہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ عمل شعوری طور پر وقوع پذیر نہیں ہوتا بلکہ شاعر تقابل یا موازنے کے لیے یا کسی خیال کی توسیع کے لیے بار بار ایک لفظ دہرانے کی بجائے اس کا مترادف ہم معنی لفظ استعمال کرتا ہے۔

تری تلاش تو کیا ہو گی پائے وحشت کو
کہ بے خودی میں ہمیں اپنی جستجو بھی نہیں
(۴۱)

تلاش'' اور ''جستجو'' سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

صنعتِ تشابہ الاطراف: اس صنعت کی رو سے کلام کو ایسے الفاظ پر مکمل کیا جاتا ہے جن کے معانی ابتدا میں کی گئی بات سے مناسبت یا مشابہت رکھتے ہوں۔ یا یوں کہہ لیجئے شعر کے دونوں مصرعوں میں مناسبات کا الگ الگ اور واضح ذکر کیا جاتا ہے۔ ویسے تو یہ صنعت، صنعتِ مراعاۃ النظیر اور لف و نشر سے بھی کسی حد تک مماثلت رکھتی ہے لیکن استعمال میں فرق ہے۔ مراعاۃ النظیر میں ایک دوسرے سے مناسبت رکھنے والے الفاظ کا ذکر اکٹھے کا دیا جاتا ہے۔ لف و نشر میں کچھ چیزوں کا ذکر مصرع اولیٰ میں کرکے ان سے نسبت رکھنے والی دوسری چیزوں کا بغیر تعین کے مصرع ثانی میں ذکر کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ تشابہ الاطراف میں درج بالا دونوں صنائع والی بات نہیں ہوتی۔ اس میں ضروری ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے تعلق رکھنے والی اشیا میں سے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
VOL. 5 NO. 1 (2022)

ایک مصرع اولیٰ میں اور دوسری مصرع ثانی میں ہو اور ان دونوں چیزوں کے مابین نسبت بھی واضح ہو۔

شبِ سیاہ میں ابھرے گا روشنی کا خیال
افق کا دھیان کرو نورِ عام ہونے تک(۴۲)

شبِ سیاہ'' کی نسبت افق سے اور'' روشنی کے خیال ''کی نسبت نورِ عام سے ہے ۔

خیال امروہی کی شاعری میں صنائع بدائع کو نہایت عمدگی سے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ عمل محض صنعت کھپانے کے لیے نہیں ہوابلکہ فطری طور پر سامنے آیا ہے جس میں ان کے نظریہ کی پوری پاسداری ملتی ہے۔خیال امروہی کی شاعری میں مذکورہ بالا صنائع کے علاوہ بھی صنائع لفظی و معنوی کی متعدد صورتیں موجود ہیں یہاں سب کا بیان ممکن نہ تھا۔

حوالہ جات

۱۔ وقار احمد رضوی:تاریخِ نقد، اسلام آباد، پاکستان، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۴،ص ۶۴۔
۲۔ عابد علی عابد: اصولِ انتقادِ ادبیات، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷، ص ۲۲۶۔
۳۔ محمد ساجد خان: جنرل آف ریسرچ اردو، ملتان، بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی، دسمبر ۲۰۱۵ء، ص۱۴۴۔
۴۔ جسارت خیالی(مرتب): کلیاتِ خیال امروہی، کراچی،رنگِ ادب پبلی کیشنز کتاب مارکیٹ اردو بازار، ۲۰۱۸،ص ۵۹۔
۵۔ ایضاً، ص ۳۳۷۔
۶۔ ایضاً، ص ۸۶۔
۷۔ ایضاً، ص ۱۶۲۔
۸۔ ایضاً، ص ۷۵۔
۹۔ ایضاً، ص ۸۵۔
۱۰۔ ایضاً، ص ۹۹۔
۱۱۔ ایضاً، ص ۱۲۵۔
۱۲۔ ایضاً، ص ۱۶۳۔
۱۳۔ ایضاً، ص ۸۶۔
۱۴۔ ایضاً، ص ۹۵۳۔
۱۵۔ ایضاً، ص ۵۶۲۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
VOL. 5 NO. 1 (2022)

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۵۴۔
۱۷۔ مزمل حسین ،ڈاکٹر: اردو میں بیان اور بدیع کے مباحث(تحقیق و تنقیدی جائزہ)،لاہور، مجلسِ ترقیٔ ادب، ۲۰۱۰ء، ص ۱۵۵۔
۱۸۔ نجم الغنی، مولوی: بحرالفصاحت(جلد دوم)،لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۹ء، ص۹۲۸۔
۱۹۔ محولا بالا کلیاتِ خیال امروہی: ص ۸۶۔
۲۰۔ ایضاً ، ص ۷۳۴، ۷۳۵۔
۲۱۔ ایضاً ، ص ۴۵۔
۲۲۔ ایضاً ، ص ۶۲۔
۲۳۔ ایضاً ، ص ۷۸۷۔
۲۴۔ ایضاً ، ص ۸۶۹۔
۲۵۔ ایضاً ، ص ۵۲۱۔
۲۶۔ ایضاً ، ص ۵۶۷۔
۲۷۔ ایضاً ، ص ۵۳۱۔
۲۸۔ محولا بالا بحرالفصاحت: ص ۹۴۸۔
۲۹۔ محولا بالا کلیاتِ خیال امروہی: ص ۱۷۰۔
۳۰۔ ایضاً ، ص ۶۶۔
۳۱۔ ایضاً ، ص ۶۴۶۔
۳۲۔ ایضاً ، ص ۷۷۔
۳۳۔ ایضاً ، ص ۴۷۰۔
۳۴۔ ایضاً ، ص ۹۵۔
۳۵۔ ایضاً ، ص ۵۵۰۔
۳۶۔ ایضاً ، ص ۵۱۷۔
۳۷۔ ایضاً ، ص ۲۶۵۔
۳۸۔ ایضاً ، ص ۱۹۹۔
۳۹۔ ایضاً ، ص ۴۳۲۔
۴۰۔ ایضاً ، ص ۶۰۰۔
۴۱۔ ایضاً ، ص ۲۳۹۔
۴۲۔ ایضاً ، ص ۵۹۹۔